محمود تیمور کی افسانہ نگاری ''انسان'' کے تناظر میں

ڈاکٹر محمد جاوید
ایڈیٹر یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

MAHMOUD TAMOUR'S FICTION
A STUDY OF HIS SHORT STORY *INSAAN*

Muhammad Javed, PhD
Editor University Oriental College, Lahore

Abstract

Mahmoud Tamour is the pioneer fiction writer of modern Arabic literature. He belonged to a literary family of Egypt. His work influenced the aspiring Arab fiction writers. He is also called the Maupassant of the Arab. He penned a good number of short stories and many of his short story collections got published. He introduced the Arabic short story to new heights. *Insaan* is one of his master piece short stories. This story revolves around an ailing person who lost hope of life. He developed in himself a kind of indifference towards his society. Finally, his approach got changed and he became optimist.

Keywords:

عربی ادب،مصر،ایران، ہندوستان، پنجاب یونیورسٹی، لاہور،ارنسٹ ہیمنگوے

افسانے کی قدیم اور روایتی شکل قصہ یا حکایت ہے۔قدیم عربی ادب میں قصے یا کہانی کو ادب کی ایک صنف کے طور پر شاید ہی اختیار کیا گیا۔عربوں کے ہاں قصوں اور کہانیوں کا رواج تیسری صدی ہجری میں ان ترجموں کی بدولت پڑا جو عجمی قوموں ایران اور ہندوستان کی کہانیوں کے عربی زبان میں کیے گئے۔ان میں قصوں کی ایک کتاب کلیلہ و دمنہ ہے اور دوسری الف لیلہ و لیلہ۔(۱)

جدید عربی افسانہ بڑی حد تک افسانے کی مغربی روایت سے متاثر ہے۔مغرب سے واقفیت اور اس کے زیر اثر عربی میں افسانے لکھے گئے۔انیسویں صدی میں جب عرب ادیبوں کا یورپ سے واسطہ پڑا تو وہ افسانے کی صنف سے آشنا ہوئے۔یہ نئی ادبی صنف انھیں بہت اچھی لگی۔شروع شروع میں وہ ان قصوں کا عربی میں ترجمہ کرنے لگے۔مگر یہ ترجمہ اصل کے مطابق نہیں ہوتا تھا بلکہ اسے عربی کی صنف مقامات (۲) کے اسلوب میں ڈھالا جاتا تھا۔ان افسانوں کی فضا بھی مصر کے مقامی حالات کے مطابق تشکیل دی جاتی تھی۔(۳)

اس نئی صنف ادب پر کئی نامور عربی ادیبوں نے طبع آزمائی کی مگر مغربی افسانے کی طرز پر عربی میں اولین کامیاب افسانہ محمود تیمور نے لکھا۔اس کے ۱۹۱۷ء میں لکھے ہوئے افسانے فی القطار (گاڑی میں) کو باوجود کچھ خامیوں کے جدید معنوں میں باقاعدہ افسانہ قرار دیا گیا۔(۴)

یوں محمود تیمور کا شمار جدید عربی افسانے کے بانی مبانی کے طور پر ہوتا ہے۔اس کے ادبی کام نے عرب دنیا کے ابھرتے ہوئے بہت سے لکھاریوں کو متاثر کیا۔وہ ایک ادبی خاندان کا چشم و چراغ تھا۔محمود نہ صرف عربی ادب کا غواص تھا بلکہ وہ مغرب کے ثقافتی کارناموں سے بھی اچھی طرح واقف تھا۔(۵)

اپنے معاصرین کی روش پر چلتے ہوئے محمود تیمور نے بھی تیزی سے بدلتی ہوئی عربی سوسائٹی کے تضادات اور ابتر حالات پر مزاح کے نشتر چلائے۔حالات کا بگاڑ بڑھتا گیا جو بالآخر سیاسی بحرانوں پر منتج ہوا۔(۶) بلاشبہ محمود تیمور بلند پایہ عربی ادیب ہے۔وہ نئے، اچھوتے اور دل کش نثری اسلوب کا مالک ہے۔اس نے بجا طور پر اپنے دور کے قارئین اور ادیبوں سے خراج تحسین وصول کیا۔یہاں تک کہ اسے عرب دنیا کے موپساں کا خطاب بھی دیا گیا۔(۷)

محمود تیمور نے بہت سے افسانے اور ڈرامے لکھے جن میں سے اہم یہ ہیں:

''رجب آفندی: مصری کہانیاں (۱۹۲۸)، ''الحاج شلابی اور دوسری کہانیاں'' (۱۹۲۷)، ''ایک داشتہ کا دل اور دوسری کہانیاں'' (۱۹۲۷) اور ''چھوٹا فرعون'' (۱۹۳۹)۔اس کے بعد اس کے دیگر

مجموعے بھی شائع ہوئے ۔مثلاً: ''نئی دنیا: ام احمد جاگیرداری اور دوسری کہانیاں''، ''نیلامی کا خاوند''، ''میں قاتل ہوں''، ''نیلے لیمپ''، ''سورج اور ہنہناہٹ'' اور ''آج کی لڑکیاں'' وغیرہ ۔(۸)

محمود تیمور ۱۸۹۴ء میں قاہرہ کے ایک متمول، باوقار اور ادبی گھرانے میں پیدا ہوا۔اس نے ۱۹۷۴ء میں وفات پائی ۔(۹)

زیرِ مطالعہ افسانہ رجائی ہے ۔اس افسانے کو محمود کے شاہ کار افسانے کی حیثیت حاصل ہے۔ ہمہ گیر پذیرائی اور شہرت و مقبولیت کی بنا پر یہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، کے بی اے عربی (اختیاری) کے نصاب میں بھی شامل ہے ۔

O

خوشی اور غم دو ایسے احساس ہیں جو ہر انسان کو ایک وقت میں گھیرے رہتے ہیں ۔ یہ دونوں کیفیتیں انسان کی فکر اور ارادے کی تشکیل میں معاون ثابت ہوتی ہیں ۔خوشی کی اپنی تازگی وشادابی ہے جس کا اظہار خوش انسان کے رویے، بول چال، نشست و برخاست سے بخوبی ہو جاتا ہے اور یہی حال غم کا ہے کہ اس کی چغلی چہرہ کھاتا ہے ۔دونوں کیفیتیں ناگزیر ہیں ۔سلیم الفطرت انسان ان دونوں حالتوں کا سامنا متوازن رہتے ہوئے کرتا ہے ۔اسے خوشی ملتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے اور غم کی صورت میں صبر سے کام لیتا ہے ۔یعنی یہ دونوں حالتیں اس کے لیے خیر ہی خیر ہیں ۔اس امر کی طرف ایک حدیث نبوی ﷺ میں بھی اشارہ موجود ہے ۔(۱۰) مگر سب انسان ایک جیسے نہیں ہیں ۔ وہ ان دو مختلف حالتوں کا استقبال اپنے اپنے طریقے سے کرتے ہیں اور اکثر عدم توازن کا شکار ہو کر خوشی سے لطف اندوز نہیں ہوتے یا پھر غم کا مردانہ وار مقابلہ نہیں کر پاتے ۔وہ خود اپنے لیے اور اپنے سماج کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں ۔خوشی اور غم اصلاً تو غیر اکتسابی ہیں مگر کبھی کبھی یہ اکتسابی عمل کے نتیجے میں بھی ظہور پذیر ہوتے ہیں ۔

محمود تیمور کے شاہ کار افسانے 'انسان' کا ہیرو ایک ایسا آدمی ہے جو شومئی قسمت سے پنڈلیوں کی بیماری میں مبتلا ہے ۔وہ ایک بوسیدہ گھر کے بالاخانے میں مقیم ہے ۔شروع شروع میں وہ بیساکھیوں کے سہارے چل پھر لیتا ہے مگر جب بیماری زور پکڑتی ہے تو وہ چلنے پھرنے سے قاصر ہو جاتا ہے ۔ وہ بیساکھیاں ایک کونے میں رکھتا ہے اور زندگی سے مایوس ہو جاتا ہے ۔اس کی جمع پونجی زیادہ نہیں ہے ۔ چناں چہ ایک روز وہ فیصلہ کرتا ہے کہ جس دن اس کا اندوختہ ختم ہو گیا وہ موت کا استقبال کرے گا مگر کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلائے گا ۔(۱۱) ابھی انھی سوچوں میں گم ہے کہ اس کے کان میں کچھ آوازیں پڑتی ہیں ۔وہ اس شور کی وجہ جاننے کے لیے بمشکل رینگتے ہوئے دروازے تک آتا ہے ۔کیا دیکھتا ہے کہ نیچے گلی

میں نوجوان ٹولیوں میں بٹے ہوئے جلوس کی شکل میں نعرے لگاتے جا رہے ہیں۔وہ نوجوانوں کی فلاح وبہبود کے لیے چندے کی اپیل بھی کر رہے ہیں۔آدمی کو منظر خوش نہیں آتا۔اس کے دل میں اک ہوک سی اٹھتی ہے۔وہ حقارت سے کہتا ہے کہ اسے ان نوجوانوں ٹل کہ کسی سے بھی کیا لینا دینا؟ دنیا نے اس کی کوئی پروا نہیں کی الٹا اسے نفرت کا نشانہ بنایا ہے۔اب وہ بھی انھیں نفرت ہی کا تحفہ دے گا۔(۱۲)

اسی اثنا میں آدمی کی نظر اچانک اوپر اٹھتی ہے۔اسے وہاں کبوتروں کا ایک غول دائرے کی شکل میں اوپر نیچے اڑتا دکھائی دیتا ہے۔اسے یہ منظر بھا جاتا ہے اور وہ اس میں محو ہو جاتا ہے۔وہ کبوتروں کے بارے میں سوچنا شروع کر دیتا ہے۔اسی دوران میں کبوتر کا ایک بچہ غول سے جدا ہو کر اسی چھت پر آ گرتا ہے۔آدمی رینگ کر اس کے پاس جاتا ہے۔بچہ نقاہت سے تھک کر گرتا ہے۔آدمی اسے روٹی کے ریزے اور پانی دیتا ہے۔بچے کی توانائی قدرے بحال ہو جاتی ہے۔وہ پھر سے پھڑ پھڑانے لگتا ہے۔کبوتروں کا غول بار بار آدمی کے پاس سے گزرتا ہے۔بچہ پوری ہمت مجتمع کرتا ہے اور دوبارہ غول میں شامل ہونے کے لیے پر کھولتا ہے اور بالآخر وہ غول میں شامل ہو کر دائرے کا حصہ بن جاتا ہے۔

یہاں آ کر افسانہ ایک نیا اور خوش گوار رخ اختیار کرتا ہے۔کہاں تو آدمی مایوسی کے عالم میں اپنی سانسیں گن رہا ہے اور موت کے استقبال کی تیاری کر رہا ہے اور کہاں اب اسے ہر چیز میں دل چسپی، تن میں چستی اور من میں جینے کی ترنگ محسوس ہوتی ہے۔کبوتر کے بچے کے گرنے اور پھر سے ہمت پا کر کبوتروں کے غول میں شامل ہونے کے واقعہ نے گویا آدمی کی کایا کلپ کر دی ہے۔

آدمی سوچتا ہے کہ کبوتروں کی طرح کائنات کی ہر چیز کا ایک دائرہ ہے۔سورج، چاند، ستارے چرند پرند الغرض ہر ایک کا ایک دائرہ ہے۔وہ اپنے آپ سے سوال کرتا ہے کہ اس کا دائرہ کہاں ہے؟ وہ انھی سوچوں میں غلطاں ہے کہ نوجوانوں کی ٹولیاں پھر نعرے لگاتی اور نوجوانوں کی فلاح وبہبود کے لیے چندے کی اپیلیں کرتی نیچے سے گزرتی ہیں۔اب کی بار اسے ان نعروں سے اور نوجوانوں سے نفرت محسوس نہیں ہوتی ٹل کہ وہ اپنے آپ کو نوجوانوں کے دائرے میں شمار کرتا ہے۔اسے اپنی جوانی کے ایام یاد آ جاتے ہیں جب وہ بھی ایسی ہی نشاط وسرگرمی سے بھرپور تھا۔اس کے اندر ایک توانا جذبہ انگڑائی لیتا ہے۔وہ رینگتا ہوا اپنی جمع پونجی اٹھاتا ہے اور چندے کے صندوق میں ڈال دیتا ہے۔اب وہ مایوس نہیں ہے۔وہ مرنا نہیں ٹل کہ جینا چاہتا ہے۔وہ دنیا کے لیے اپنی بساط بھر کچھ کرنا چاہتا ہے۔وہ ایسا کیوں نہ کرے کہ آخر وہ بھی ایک انسان ہے، ایک انسان۔(۱۳)

O

ادبیاتِ عالم میں ایک سے بڑھ کر ایک افسانہ، ناول اور ڈراما رجائی پیغام کا حامل ہے۔مگر جس سلاست اور دل کشی سے محمود تیمور نے اس موضوع کو عربی میں بیان کیا ہے یہ اسی کا امتیاز ہے۔حقیقت یہ ہے کہ رجائیت ہی تعمیری رویہ ہے جس سے زندگی آگے بڑھتی ہے۔خطروں سے کھیلنا ہی زندگی ہے۔مصائب کی بھٹی میں رہ کر ہی کندن بنا جاتا ہے۔زندگی قدم قدم پر امتحان لیتی ہے۔کبھی بیماری کی صورت میں تو کبھی ارضی وسماوی آفات کی صورت میں۔آدمی وہی ہے جو پیش آمدہ خطرات کا مردانہ وار مقابلہ کرے خواہ اسے تباہی کا سامنا ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔امریکی نوبل ایوارڈ یافتہ ناول نگار ارنسٹ ہیمنگوے کے بقول:

"Man can be destroyed but not defeated" (۱۴)

یعنی آدمی کو تباہ تو کیا جا سکتا ہے مگر اسے پچھاڑا نہیں جا سکتا۔

رہی بات موت کی، اس سے کسی ذی روح کو مفر نہیں ہے۔خواہ کوئی ہمت ہار کر ہاتھ پاؤں توڑ کر اس کا استقبال کرے جیسا کہ محمود تیمور کے افسانے 'انسان' کا ہیرو آغازِ افسانہ میں زندگی سے مایوس ہو کر کرتا ہے یا ہیمنگوے کے ناول بوڑھا آدمی اور سمندر کے ہیرو کی طرح جینے کے عزم سے خطرات سے مردانہ وار لڑے اور ہمت نہ ہارے چاہے اسے تباہی سے دوچار ہونا پڑے۔موت ایک حقیقت ہے اس سے انکار وفرار ممکن نہیں خواہ کوئی پاتال میں اتر جائے یا آسمان کی وسعتوں میں گم ہو جائے۔اسی مضمون کو عربی شاعر زہیر بن ابی سلمی نے کس خوب صورتی سے باندھا ہے:

و من هاب اسباب المنايا ينلنه

وان يرق اسباب السماء بسلم(۱۵)

یعنی جو موتوں کے اسباب سے ڈر گیا، وہ اسے پالیں گی۔خواہ وہ سیڑھی کے ذریعے آسمان کی طرف چڑھ جائے

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) دیکھیے: عربی ادب کی تاریخ، محمد کاظم، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ص ۴۳۸

(۲) سعد، محمد المدیب: القصة التاریخیة الإسلامیة فی مصر، ص ۳۱، طبع اولی، القاهرة، ۱۹۹۸م

"المقامة فی معناها الاصلی "المجلس" ثم اطلقت علی ما یحکی فی المجلس، وهی قصة قصیرة تشتمل علی مغامرات تروی فی شبه حوار درامی، یقوم بحکایتها راو عن بطل شجاع مقدام، یقتحم الأخطار وقد یکون ناقداً اجتماعیاً أو سیاسیّاً أو فقهیاً فی اللغة والدین ... وبدیع الزمان الهمذانی المتوفی عام ۳۱۸هـ أول من ابتکر هذا النوع من المقامات ... وبعد بدیع الزمان جاء الحریری فی القرن السادس الهجری."

(۳) دیکھیے: عربی ادب کی تاریخ، محمد کاظم، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ص ۴۳۸

(۴) دیکھیے: ایضاً، ص ۴۳۹

(5)R.H.&Daniel L. Newman,2008,Modern Arabic Short Stories, SAQI, London, p121

[Muhammad Tamour is regarded as the foremost pioneer of the modern short story in Arabic, whose whork has influenced many aspiring writers throughout the Arab world. He came from a literary family and was well grounded in Arabic literature as well as in Western cultural achievements].

(6) R.H.&Daniel L. Newman,2008,Modern Arabic Short Stories, SAQI, London, p121

[Like many of the pioneers of the short story in Arabic, he offered a comic representation of experience that reflected the contradictions and absurd situations of the quickly changing world around him, an orientation that grew weaker over the years as the Arab world plunged, at ever greater speed into major political dilemmas].

(۷) المنهج العربی، علمی کتاب خانه لاهور، ص ۱۱۳

(۸) جدید عربی افسانے، جاوید مجید، قریشی برادرز پبلشرز، لاہور، ص ۲۴۲ (۲۰۱۱ء)

(۹) المنهج العربی، علمی کتاب خانه لاهور، ص ۱۱۳

(۱۰) الصحیح المسلم، حدیث نمبر ۲۹۹۹:قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "عَجَباً لِأمرِ المؤمِنِ اِنّ اَمْرَهُ کُلَّهُ لَهُ خَیْرٌ وَلَیْسَ ذَاکَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، اِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَکَرَ فَکَانَ خَیْراً لَهُ، وَاِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَکَانَ خَیْراً لَهُ

(۱۱) اصل عبارت دیکھیے: فإنّه معتزم في وليجة نفسه أن يحكم إغلاق بابه عليه، ويتمدد على الأرض، ليستقبل الموت في استسلام. (انسان، محمود تیمور)

(۱۲) اصل عبارت دیکھیے: ماذا يهمّني من الشباب؟ ... بل ماذا يهمّني من الناس أجمعين؟.... ماذا لقيت منهم إلا الجمود والزراية والامتهان ؟... فلن يلقوا منّي إلا الجمود والزراية والامتهان. (انسان، محمود تیمور)

(۱۳) اصل عبارت دیکھیے: إنه يستمد قوته ممن حوله ... ها هو ذا فرخ آخر كان مشفياً على الهلاک نبعث فیه الحیاة من جدید ... و تعالی صوت الرجل مع الهاتفین والمنشدین ... لقد أحسّ الساعة أنه من البشر وأنه حقاً : انسان (انسان، محمود تیمور)

(14) The Old Man and the Sea, Ernest Hemingway, P29, Charles Scribner's sons, USA (1952) .

(۱۵) شرح المعلقات السبع، ابوعبدالله الحسین بن احمد الزوزنی، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ص ۹۱، س ن۔

✿✿✿